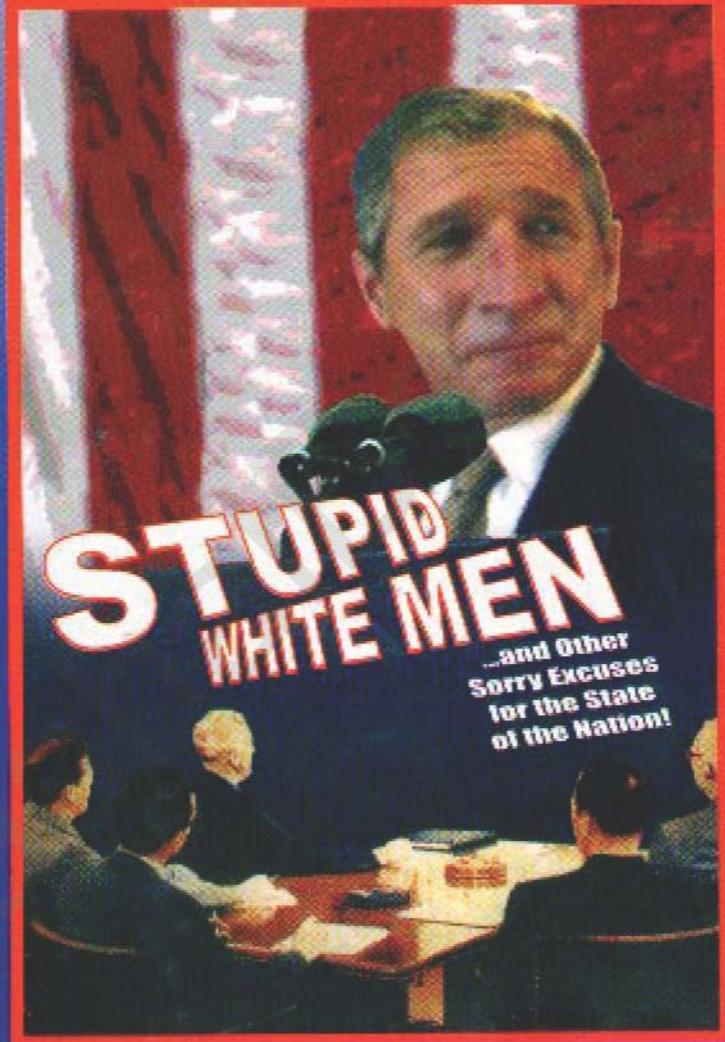


گھاړۍ ګورې

مائیکل مور
ترجمه: حسن عابدی

#1 New York Times BESTSELLER



مشعل

گھامڑ گورے

مائیکل مور

اُردو ترجمہ: حسن عابدی

مشعل

آر-بی 5، سینئر فلور، عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

گھاٹر گورے

ماں یکل مور

اُردو ترجمہ: حسن عابدی

کالی رائٹ اردو (c) 2003 مشعل بکس

ناشر: مشعل بکس

آر-بی-5، سینئر فلور،

عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

فون و فیکس: 042-35866858

Email: mashbks@brain.net.pk

<http://mashalbooks.org>

کچھ اس کتاب کے بارے میں

اس کتاب کے مصنف میں قاری کو اپنا دوست بنالینے کی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ اپنی ذہانت، دیانت اور صاف گوئی سے وہ فوراً آپ کا اعتماد حاصل کر لیتا ہے اور ایک اچھے دوست کی طرح مایوس نہیں کرتا۔ وہ آزردہ ہو، پھر بھی اپنے مخاطب کو آزردہ ہونے نہیں دیتا۔

مجھے مائیکل مور کی جس بات نے متاثر کیا وہ اس کے سیاسی اور تہذیبی رویے ہیں۔ وہ امریکہ کی سیاہ فام نسل کا جماعتی اور کالوں کا سچا دوست ہے۔ اسے ان گوروں سے نفرت ہے جو کالوں کے ریا کار سرپرست ہیں اور ان کا استھان کرتے ہیں۔ اسے نادر لوگوں سے، بچوں سے اور نوجوانوں سے محبت ہے۔ وہ امریکہ کے کار پوریٹ کلچر کا نہایت کڑا فقاد ہے، یہ ٹرانس نیشنل کمپنیوں کے اجارہ دار اور دنیا کی بیشتر دولت پر بیٹھے ہوئے خزانے کے سانپ، مزدوروں اور اپنے ماتحت ملازموں کو بے روزگار کرتے ہیں اور مستقل طور پر بیماری، بے زاری اور بے روزگاری کے خوف میں بیتلار کھتے ہیں۔ سرکاری خزانے کو لوٹتے ہیں، ٹیکس چوری کرتے ہیں اور آکٹوپس کی طرح دنیا بھر میں پھیل رہے ہیں۔

مصنف عرقیڈ اور پھانسی کی سزاویں کا سخت مخالف ہے۔ وہ ایک ایسے معاشرے کا خواب دیکھتا ہے اور اب تو خواب سے بیدار ہو کر میدان عمل میں نکل آیا ہے، جس میں نوجوانوں کو اپنی صلاحیتوں کو ابھارنے اور استعمال کرنے کا پورا موقع ملے، جس میں داش کی قدر ہوا اور سرمایہ دار نہ لوٹ مار کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

مصنف نے موجودہ امریکی صدر بُش کو منتخب صدر تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس نے عدالت کی ایما سے صدارت کا منصب ہٹھیا لیا ہے۔ بُش کی جارحانہ سیاسی حکمت عملی کے نتائج ہمارے سامنے ہیں اور ہم مصنف کی بصیرت کی داد دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اس

نے حکمران ٹو لے کے عزم کو پہلے ہی بجانپ لیا تھا۔ لیکن اس کتاب کو آپ کوئی سیاسی دستاویز نہ سمجھیں۔ یہ ایک ٹکفہ اور پاغ و بہار قسم کی کتاب ہے جس میں امریکی معاشرے کے ہر پہلو پر تبصرہ کیا گیا ہے، یہاں تک کہ با تحریر مکمل کو استعمال کرنے کے آداب بھی لوگوں کے گوش گزار کئے گئے ہیں جو کوتاه اندلش ہی نہیں، کاہل اور عجلت پسند ہیں اور صفائی کو بس کفایت کی حد تک ضروری سمجھتے ہیں۔

ماںیکل مور ایک نامور فلم ساز اور آسکر ایوارڈ یافتہ ہے۔ اس کتاب کے مسودے میں بھی اس نے جذیبات نگاری سے کام لیتے ہوئے قلم کو کیمرے کی طرح استعمال کیا ہے جس میں جگہ جگہ کام سین بھی آتے ہیں اور قاری کھلکھلا کر ہنس پڑتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ بُش امریکہ کے منتخب صدر نہیں ہیں۔ ایک عدالتی فیصلے کے تحت انہیں صدر بنادیا گیا ہے۔ امریکہ کی نام نہاد جمہوری تاریخ میں یہ بھی ایک مثال ہے کہ وہاںٹ ہاؤس میں وہ شخص مہمان ہے جسے عام لوگوں نے منتخب نہیں کیا۔ ماںیکل مور نے بھی انہیں ”صدر“ تسلیم نہیں کیا اور وہ کہیں ان کے نام کے آگے پچھے ”صدر“ لکھا ہے، وہ بُش کی کچھ دوسری باتوں سے ہر اساح ہیں کیونکہ بُش کی انگلی اب اس بُٹن پر آ کر نکل گئی ہے جو کہ ارض کو ایک دھماکے سے اڑا سکتا ہے۔ مور کا یہ اندیشہ عراق پر ان کی فوجوں کے سفا کا نہ جملے سے، میزانکوں اور کلستر بموں کی انداھا و خند بارش سے اور شہری بستیوں کے انهدام سے صاف ظاہر ہے۔

بُش سے مخاطب ہوتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے ”مجھے تو ایسا لگتا ہے اور دوسرے بھی یہی محسوس کرتے ہیں کہ تم عملیاً ان پڑھ ہو۔ ویسے اس میں شرمnde ہونے کی کوئی بات نہیں لاکھوں امریکی چوتھی جماعت کی استعداد سے اوپر نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں۔ لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم جو پیشتر آزاد دنیا کے سر براد ہوا گر تھیں پیچیدہ نوعیت کی دستاویزات پڑھنے کے لئے مل جائیں تو پھر کیا ہو گا؟ کیونکہ تمہیں ان معاملات کو سمجھنے میں پریشانی ہوتی ہے۔ اس صورت میں ہم ایسی راز جیسے معاملات تمہارے حوالے کیسے کر سکتے ہیں۔“

”تمہارے ان پڑھ ہونے کے سارے شوابہ میرے سامنے ہیں۔ پہلا اشارہ تو اس وقت ملا جب تم سے اپنے بچپن میں پڑھی ہوئی پسندیدہ کتاب کے بارے میں پوچھا گیا

اور تم نے جواب دیا ”وی ویری ہنگری کیشر پلز“ بدقتی سے جب تم گر بیجا یشن کر کے کانج سے نکلاں کے ایک سال بعد تک وہ کتاب شائع ہی نہیں ہوئی تھی۔ پھر صدارتی مہم کے دوران جب تم سے ان کتابوں کے بارے میں پوچھا گیا، جو اس وقت تمہارے زیر مطالع تھیں، تو تم نے بڑے مرے سے ان کے نام بتا دیئے لیکن جب یہ پوچھا گیا کہ ان میں کیا لکھا ہے تو تم بغلیں جھانکنے لگے۔

غرضیکہ مصنف اپنے بیان میں نہ صرف صداقت کو پیش نظر رکھتا ہے بلکہ کوئی بات ثبوت اور ناقابل تردید ثبوت کے بغیر نہیں کہتا۔ بش کی انتظامی پالیسیوں اور خاص طور پر مالی فیصلوں میں جو مجرمانہ کوتاہیاں پائی گئی ہیں اور ان میں عوام کے مفادات کو جس بے رحمی سے پامال کیا گیا ہے، مور نے ان کا بے کم دکاست ذکر کیا ہے۔ ان تفصیلات کے مطالعہ سے آج کے امریکی ڈہن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور یہ بہت ضروری ہے اس لئے کہ امریکہ واحد پر پاور ہے اور ایک دنیا دم سادھے پیٹھی ہے اور سوچ رہی ہے کہ عراق کے بعد اس کی افواج قاہرہ اب کو ہر اب کو ہر کارخ کرتی ہیں۔

بشن چینی اور ان کے نائیں اپنی اپنی ذات میں تنہا نہیں ہیں بلکہ امریکہ کے کارپوریٹ گلپر کے محافظ ہیں اور ان کے کاروبار مفادات کے ترجمان ہیں۔ مور نے اس امن دشمن ٹولے کا پول کھوکھو کر ہمیں حقیقت حال سے باخبر کیا ہے۔ اس کا لہجہ تباہ ضرور لیکن حقیقت کا بیان تباہ ہوتا ہے۔ یہ اور بات کہ ایک مجھے ہوئے انشا پرواز کی طرح اس نے الاؤ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے بھی مارے ہیں، تباہ میں مزاح کی ملاوٹ بھی شامل کی ہے۔ طفر سے مرہم کا کام بھی لیا ہے کہیں کہیں لہجہ سوچانہ ہو گیا ہے، لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دو تہذیبوں کا فرق ہے۔ ماںکل مور مشرق کے پر تکلف، شاستہ اور تہذیب کے مصنوعی آداب کا پابند نہیں۔ اس کی معصومانہ صدق بیانی میں بھی ایک لطف ہے، جسے کچھ لوگ خلاف وضع اور پھکڑپن سے تعبیر کریں گے۔ لیکن بیان کی صداقت پر اگر شائستگی کا دیزیز پر دہ ڈال دیا جائے تو آپ اسے کیا کہیں گے۔

حسن عابدی

کراچی

تعارف

حیرت ہے کہ میں جیت گیا، میں امن خوشحالی اور اپنی
المیت کے خلاف مقابلہ کر رہا تھا۔

جارج ڈبلیو بیش ۱۳ جون ۲۰۰۱ء

سوئین کے وزیر اعظم گوران پرنس سے گفتگو کے دوران
اس بات سے بے خبر کرنی وی کیسرہ ابھی چل رہا تھا۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ لے نومبر ۲۰۰۲ء کی رات کے بیان سے شروع
ہوا جب بیش نے اپنے بھائی جارج جونیئر کو کرسس سے ذرا پہلے فلوریڈا کی ریاست تھنے میں
پیش کر دی۔

دوسرے لوگوں کے لیے جن پر خوش بختی کے پورے دس سال اترے تھے، بتدیلی
کا موڑ اس طرح آیا کہ ڈاؤکوتا بر اسالانہ نقصان ہوا جو بیس سال کے نقصان کے برابر تھا۔
ان پیشتر لوگوں کے لیے جن کے لیے موسیقی مرگی تھی، آخر وہ رات آئی جب
ہمیں بتایا گیا کہ پلوٹو کوئی سیارہ نہیں اور زندگی جیسا کہ ہمیں علم تھا، اب اتنی ہی دور تھی، جتنا
دور نئے ”صدر“ کی آنکھوں سے بصارت۔

عین وہ لمحہ جب سب کچھ ہماری آنکھوں کے آگے زمین بوس ہو گیا تھا۔ اس لمحے
کی نشاندہی تم جیسے چاہو کرو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اہم بات بس ایک ہی ہے جو ہم
سب امریکیوں کے اجتماعی شعور میں ہے کہ کسی شخص نے ہمارے جشن کی ساری رات پر
اندھیرا تان دیا۔ امریکہ کی صدی؟ وہ تو گئی۔ ۲۱ ویں صدی، اپنی ۲۱ ویں صدی کی بھی انکے
رات کی آمد ایک وہ شخص جسے کسی نے بھی منتخب نہیں کیا۔ واٹس ہاؤس میں بیٹھا ہے۔

کیلیفورنیا کے پاس تو اتنی بھلی بھی نہیں کہ اس سے اپنے جو سر چلا سکے، یا اپنے قیدیوں کو موت کے کنارے لگا دے۔ ٹھیک اس وقت جب ہم نے اپنی آخری ایٹھی پناہ گاہ بھی توڑ دی، چین اور روس نے ایک نئے معاملے پر دستخط کر دیئے ہیں۔ ڈاٹ کام اب ناٹ کام ہو گئے ہیں، کمپیوٹر، روینیو کے عقی کرے میں کھیلے جانے والے گولیوں کے کھیل بن کر رہ گئے ہیں۔ ریگن کے نشأۃ الثانية نے جس طرح ملک کو تباہ کیا تھا، اس کے بعد سے گزشتہ دو سال کے اندر ملازمتوں سے بروٹفیاں بہت بڑے پیمانے پر ہوئی ہیں۔ ڈیرائیٹ بھی اپنے نارجھ ویسٹ رابطوں کے بجائے اتوار کی صبح اس کا زیادہ امکان ہے کہ ڈیٹ کے لیے تم کو کیھڑا نہ بارس یا ٹوم ڈیلر قتل کر جائے۔

کیا کہا تم نے؟ کشمکش روں پر تم بچ مجھ کے انسانی پیکر سے ملنا چاہتے ہو؟ ہا ہا ہا
4 کا بیٹن دباو اور اس کو خصتی سلام کہو۔

اوہ، اور کیا تم خوش نصیب نہیں ہو، تم دودو نو کریاں کر رہے ہو اور اس طرح تمہاری بیوی ہے اور وہ تمہارا بیٹا جبی ہے، جو میلڈ ونڈ میں بھی کام کر رہا ہے پھر ایک نیا مکان حاصل کرنا تمہارے بس میں ہے جو تین قطاروں والی گلی میں واقع ہو، جس میں ایک خوبصورتی سے ترشا ہوا لان ہو اور جھوٹی جھوٹی سفید باڑ ہو اور..... وہ دیکھو، دادا میاں کے خیر مقدم کے لیے اسپاٹ ڈرائٹوے پر آگے بڑھ رہا ہے اور تمہیں آئندہ میئنے طالب علمی کے زمانے کے قرض کی آخری قسط ادا کرنی ہے۔ جو تم نے گزشتہ بیس سال سے نہیں دی تھی، لیکن پھر اچانک ادا کرنی ہے۔ لیکن پھر اچانک تمہاری کمپنی میکسیکو منتقل ہونے کا اعلان کرتی ہے اور تمہارے بغیر، تمہاری بیوی کو آج فیصلہ مشیر کے خیال میں تین افراد کا کام ایک آدی آسانی سے کر سکتا ہے۔ اور نخا جبی کسی نامعلوم بیماری میں بیٹلا ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس نے میک ٹنگ فراٹر سوے کچھ لے کر کھالیا تھا اور تمہارا میڈیکل افسر کہتا ہے کہ علاج کے مصارف میں جبی کا آپریشن نہیں آتا۔ اگرچہ وہ بیرونی مریض کے طور پر اس کا علاج بخوبی کریں گے۔ بشرطیکہ تم ہفتے میں دوبار تیکوانا جانے پر رضا مند ہو جاؤ کیونکہ وہ فری ٹرید (آزاد تجارت) کی مہربانی سے سرحد سے ذرا ہی فاصلے پر بیرونی مریضوں کے لیے ایک نیا کلینک کھولیں گے۔ جبی نے جو آدھا میگنٹ کھا گیا تھا، جس میں سے وہ کپڑا انکل آیا تھا اب معلوم نہیں کہ کلینک اس کی ذمہ داری لے گا یا نہیں۔ معاف کیجئے گا واجبات وصول کرنے والی ایجنسی نے ابھی

فون پر کہا ہے کہ تمہاری نئی سیلکا کار واپس لینا چاہیں گے کیونکہ تم نے ایک قطعہ ادا نہیں کی اور سنو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب تم تجوہ اجاؤ اور جمی کو وہاں چھوڑ کر واپس ہو تو پھر گلی میں اپنی پرانی نوکری کے لیے درخواست دے بیٹھو، جہاں تمام شرکت کاروں کو دینے کے لیے اپنی اپنی کوٹھریاں ملتی ہیں اور جب وہ صبح پانچ بجے کام پر پہنچتے ہیں تو ناشتے میں ایک ایک مولیٰ روٹی مفت ملتی ہے۔

معاف کیجئے گا اگر میں یہ کوئی خواب دیکھ رہا ہوں لیکن کیا ایک ہی سال پہلے حالات کچھ اس طرح کے نہیں تھے؟ کیا ہمیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ہم ”اپنی تاریخ کی سب سے وسیع اقتصادی ترقی کے دور سے گزر رہے ہیں، کیا ایسا نہیں تھا کہ حکومت ۵۵ سال تک خسارے میں چلتی رہی اور بالآخر بڑے فخر سے یہ اعلان کیا گیا کہ سرمایہ اب ”ضدروت سے زیادہ“ آگیا ہے۔ اتنا زیادہ کہ اب امریکہ میں ہر سڑک، ہر پل اور ہر دانٹ کی مرمت ہو سکتی ہے۔ ہوا اور پانی میں کثافت کم سے کم رہ گئی ہے جو پچھلے عشروں میں کبھی نہیں تھی۔ نو عمری میں استقطاب حمل کی شرح اب اتنی گر گئی ہے کہ نظر نہیں آتی۔ ہائی اسکولوں اور کالجوں سے پہلے سے کہیں زیادہ تعداد میں نوجوان فارغ ہو کر نکل رہے ہیں۔ بوڑھوں کی عمریں بڑھ گئی ہیں، اب تم کھٹمنڈو کو ایک منٹ کی جون کاں بارہ سینٹ میں کر سکتے ہو اور اٹھنی ساری دنیا کو ایک دوسرے سے بہت قریب لا رہا ہے۔ سوائے ان دو بلین لوگوں کے جو بغیر بجلی کے زندگی گزار رہے ہیں۔ فلسطینی اسرائیلیوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہونے لگے۔ شمالی آریزونہ میں کیتوکس نے پروٹشن کے ساتھ مشرود میں شرکت کی۔ جی ہاں، زندگی میں پہلے ہی بہت بہتر ہو گئی ہے اور یہ تو ہمیں خوب بھی محسوس ہو رہا ہے۔ لوگوں میں اب پہلے سے زیادہ دوستانہ جذبات بڑھ گئے ہیں۔ راہ چلتے اجنبی بھی اس دن کا وقت بتا دیا کریں گے اور ریکس نے اپنے سوالات اتنے آسان بنادیئے ہیں کہ اب ہمارے یہاں کروڑ پتی لوگوں کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔ پھر کچھ ہو گیا۔ سرمایہ لگانے والوں کے لاکھوں ڈالر شاک مارکیٹ میں ڈوب گئے۔ پچھلے دس سال میں پہلی بار کار جرام کی شرح بڑھ گئی۔ پیروزگاری آسان سے با تین کرنے لگیں۔ امریکہ کے مثالی ادارے موٹگری وارڈ اور ڈبلیو اے غائب ہو گئے۔ اچاک ہمارے ہاں ۲۵ لاکھ ہیرل تیل کی یومیہ قلت پیدا ہو گئی۔ اسرائیلیوں نے ایک بار پھر فلسطینیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور فلسطینیوں نے اس مہربانی کا جواب دیا

کہ ۲۰۰۱ء تک دنیا کے ۷۳ ممالک ایک دوسرے کے خلاف بر سر جنگ نظر آئے۔ اقوام متحده نے اپنے حقوق انسانی کے کمیشن سے ہمیں ٹھوکر مار کر باہر نکال دیا اور یوپیون یونین نے ہم کو یہ الزام دیا کہ ہم نے کی طرفہ طور پر شوار و ارشاد کر کے اے بی ایم معابدہ (میزائل کے خلاف معابدہ) کی خلاف ورزی کی ہے۔ ایک ایسی فلم کی تلاش دشوار بلکہ انتہائی دشوار ہو گئی۔ لاکھوں افراد نے نیٹ ورک میلی ویژن دیکھنا چھوڑ دیا اور جس ریڈ یو اسٹیشن کو بھی لگاؤ وہی خرافات سنائی دے گی۔

مختصر یہ کہ بالکل اچانک طور پر ہر چیز ناپسندیدہ اور ناگوار ہو گئی۔ خواہ اس کا سبب متزلزل معيشت ہو، انرجی کی گرفتی ہوئی فراہمی ہو۔ امکان سے دور ہوتا ہوا عالمی امن ہو سب کچھ ختم ہو گیا۔ صحت کے کوئی اسباب نہیں یارائے دہی کا وہ عمل ہے جسے برنا ممکن نہیں تھا اور ہم سے کہا گیا کہ ایک صدر جن لو اور یہ بات پیشتر امریکیوں پر بہت اچھی طرح کھل گئی ہے کہ کوئی بھی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آتی۔ فائر اسٹوں کے نائز کام نہیں کر رہے ہیں اور ان پر چلنے والے فورڈ ایمسکپور بھی نہیں چل رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ تم مر چکے ہو، ہاتھ پاؤں سے معدود ہو چکے ہو اور ڈکن ڈوٹس کے باہر کسی کھڈ میں پڑے ہیں۔

۹۱۱ کام نہیں کر رہا ہے۔ ۹۱۱ بھی کام نہیں کر رہا ہے۔ سیل فون کام نہیں کرتے اور اگر کام کر رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کوئی احق ساتھ کے میز پر بیٹھا اپنے دلائل سے بحث کر رہا ہے اور تم کھانا کھانے کی کوشش کر رہے ہو۔

انتخاب کی آزادی اب بھولی بسری بات ہوئی۔ اب چھ میڈیا کمپنیاں، چھ فضائی کمپنیاں، ڈھائی عدد کا بنانے والے اور ایک ریڈی یو اور اس کے ساتھ دوسرے ادارے باقی رہ گئے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کی تمہیں کبھی ضرورت ہو گئی ساتھ والی مارت میں ہے۔ تم دو سیاسی پارٹیوں میں سے جو ایک ہی جیسی لگتی ہے ایک کا انتخاب کر سکتے ہو، دوٹ بھی ویسا ہی دے سکتے ہو اور بالکل دیسے ہی دولت مند عطیہ دہنگان فنڈ بھی دیں گے۔ تم زردی مائل معمولی لباس پہن سکتے ہو اور چاہو تو مارلن مینس کی ٹی شرٹ پہن لو، اس کے ساتھ ہی لات مرکر اسکول سے باہر نکال دیئے جاؤ گے، اسکول چاہے پر بیٹنا ہو یا کر شانا ڈبلیو بی ہو یا یوپی این اور وہ ریاست فلوریڈا کی ہو یا ٹیکساس کی۔ اس میں ذرا بھی فرق نہیں، بس ایک ہی بات

ہے، ایک ہی بات ہے۔

یہ سب کچھ ہوا کیے؟ صرف تین مختصر الفاظ

گھاٹر سفید آدمی

ذراسو جو تو سہی۔ بُش کے چھوکرے، جنہیں پاپا کے سیاسی ذہن کی لاغری و راثت میں ملی ہے (ذاتی خصوصیات کا کیا تذکرہ) اور اسے انہوں نے اور بھی نحیف پاکراپنے درمیان تقسیم کیا ہے۔ ڈک چینی، ڈونلڈ رمسفیلڈ اپنے ابراہیم اور دیگر ضعیف اعقل، جنہیں بُش نے نئے سرے سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے سہارا دیا۔ فارچون 500 کی سربراہی، ہالی وڈ کے پس پرده جادوگر۔

500 چینیل ٹی وی، پروانہیں اگر ایک اوسط امریکی اپنی نئی کار کو پندرہ میل فی گلین چلاتا ہے اور سوچتا ہے ”برانہیں ہے“۔ اور ادھر اوزون کے بادل اس کے سر پر منڈلاتے ہیں۔

میں تج کہہ رہا ہوں۔ پورے کرہ ارض کو کچلا جا رہا ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ اب اس نے دفاعی حملہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ایک روز گزشتہ فروری میں شکا گو میں درجہ حرارت 70 ڈگری تک پہنچ گیا اور پھر کیا ہوا؟ ہر شخص اس طرح لگ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ واہ کیا زبردست بات ہے۔ لوگ نیکر پہنے پھر رہے تھے اور ایک لیگ مشکن کا ساحل غسل آفتی لینے والوں سے پاپڑا تھا۔ سڑک پر چلتے چلتے ایک خاتون مجھ سے کہنے لگیں۔ ”لڑکے یہ موسم مجھے پسند ہے۔“

میں نے کہا کہ آپ اسے پسند کرتی ہیں؟ میں آپ سے پوچھوں گا کہ سورج اگر آج اپاٹک آدمی رات کو نکل آئے تو اس وقت کیا آپ یہی کہیں گی۔ واہ کیا خوبصورت وقت ہے۔ یہ مجھے پسند ہے۔ دن کو اور بھی روشن ہونا چاہئے؟ نہیں، یقیناً آپ یہیں کہیں گی۔ آپ اس وقت حداثتی طور پر حرارت کے اس درجے کو پہنچ جائیں گی جس کی کبھی پیاس نہیں یگئی۔ اس وقت آپ تجھ رہی ہوں گی۔ لوگ، قتل ہو گیا، زمین گھومتے گھومتے قابو سے باہر ہو گئی۔ یہ تو ایک سینئر میں دس لاکھ میل رفتار سے سورج کی طرف بھاگ رہی ہے۔ مجھے اس میں شک ہے کہ اس وقت سورج کی طرف سے بوس میں ملنے والی آفتی شعاعوں کی خاطر ساحل کی طرف بھاگ رہا ہو گا۔ ٹھیک ہے ابھی اتنا برا حال نہیں ہوا۔ ممکن ہے اس وقت کسی نے ملوکی پر ایک ہزاروار ہیڈز پھینکے ہوں اور یہ جو شمال میں تیز روشنی نظر

آرہی ہے تو یہ ایسی تجربے کی چک ہوگی جو کنارے پر واقع شراب کی فیکٹریوں سے مکرارہی ہوگی لیکن آپ ”ہیل میری“ (Hail Mary) اور گاؤ ہیمری (خدا رحم کرے) کہتی ہوئی عالم بزرخ کی سزا سے دس سال پہلے ہی فارغ ہو چکی ہوں گی۔

پھر ہم کس طرح سوچتے ہیں کہ سال کے سر دترین موسم اور امریکہ کے سر دترین شہر میں 70 درجہ حرارت کا موسم ایسا ہے کہ اس پر خوش ہو کر بات کی جائے۔ ان موسمی تبدیلیوں کے لیے تو ہمیں اپنے نمائندوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرنا چاہئے اور جو لوگ اس کے ذمہ دار ہیں ان کو جلد سزا دی جانی چاہئے۔ دوستو! یہ ٹھیک بات نہیں ہے، کوئی خوفناک قسم کی خرابی ہے اور اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو اس مردہ جراشیم زدہ گائے سے پوچھو جسے تم گھرے پانی میں ڈبو رہے ہو۔ تمہارے سوال کا جواب اسے معلوم تھا لیکن اس سے پہلے کہ ہم اس کا جواب اس کے منہ سے سنتے، تم نے اسے ہلاک کر دیا۔

لیکن ہمیں دھرتی ماں کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ اس سے بھی بدتر حالات میں سلامتی کے ساتھ گزر رہی ہے جو لوگ درختوں کو سینوں سے لگاتے ہیں، وہ بے شک ان پر اپنی راتوں کی نیندیں حرام کریں۔ ہم پیسہ بنانے میں بہت مصروف ہیں۔ ہائے پیسے، کامیابی کی میٹھی سی بدبو، دو سال پہلے میں ایک شخص سے جو تھوک مال کا دلال تھا بار میں با تین کر رہا تھا، اس نے مجھ سے میری سرمایہ کاری کے بارے میں پوچھا۔ میں نے جواب دیا، میرے پاس کوئی سرمایہ نہیں اور بیچنے کے لیے کوئی شیسر نہیں، وہ تو ششدر رہ گیا، بولا تمہارا مطلب ہے کہ تمہارے پاس کوئی پورٹ فولیو نہیں، میاں تم اپنی رقم کہاں رکھتے ہو۔

میں نے جواب دیا ”میں نہیں سمجھتا کہ“، اپنی رقم پورٹ فولیو میں رکھنا کوئی اچھی بات ہے یا بریف کیس میں حتیٰ کہ تینی کے نیچے دبا کر رکھنا بھی کوئی اچھی بات نہیں۔ اگر میری کوئی بچت ہوتی ہے تو اس جگہ رکھ دیتا ہوں جسے بینک کہتے ہیں جہاں ”پرانے لوگوں کے بقول میرا سیوگ اکاؤنٹ ہے۔“

وہ کچھ خوش نہیں ہوا۔ کہنے لگا۔ تم اپنے آپ کو اذیت دے رہے ہو اور اپنے ساتھ غیر ذمہ داری بر ت رہے ہو۔ مجھے یاد رہے کہیں پڑھا تھا کہ تم نے اپنی فلم سے خاصی کمائی کی تھی۔ میں ٹھیک کہتا ہوں نا؟ وہی رقم اس سال پہلے اگر تم اتناک مارکیٹ میں لگا دیتے تو معلوم ہے، آج تمہارے پاس کتنی بڑی رقم ہوتی؟ غالباً تین کروڑ ڈالر۔

تین کروڑ ڈالر، اور وہ میرے ہوتے؟ افوه، میرا ذہن کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔
اچانک مجھے ابکائی آئے گلی۔ مجھے مسوس ہوا جیسے میرے سارے اصول اور عقائد
زین بوس ہو جائیں گے۔ میں نے اس سے معذرت کی اور باہر آگیا۔ اس واقعہ کے کچھ
عرصہ بعد اس نے میرے گھر کا پتہ معلوم کر لیا اور مجھے ہفتے کے ہفتہ مارکیٹ اپ ڈیٹ
اور پروپیگنڈے کا دوسرا مواد اس امید پر بھیجا رہا کہ میں اپنے بیٹے کے کالج کا فنڈ اسے
دے دوں گا کہ وہ اسے اسٹریٹ میں جوئے پر لگا دے۔

سرمایہ کاری کے واقع والے خبرنامے میرے پاس آنے بند ہو گئے۔ پچھلے اٹھارہ
مہینوں میں مانگرو سو فٹ 120 ڈالر ہو گیا۔ ڈل 5 ڈالر سے 16 ڈالر رہ گیا۔ اور ٹپس کام
اور پیارا پیارا اسٹاک سپورٹ اپنی آخرت کو پہنچا۔ ہنس ڈیک کی قیمت تقریباً 40 فیصد گر گئی۔
اور اوسطاً امریکی عوام جو اپنی چھوٹی بچتوں کے ساتھ مارکیٹ میں کھیل رہے تھے۔ اس
دیوالگی کے نتیجے میں اربوں ڈالر ڈبو بیٹھے۔ پہلے جو ہم جلد ریٹرنمنٹ کے بارے میں سوچتے
رہتے تھے تو اب یہ خیال خواب ہو گیا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہو گی اگر ہماری محنت کے اوقات
82 گھنٹے پورے یار فوج حاجت کا وقت آنے تک جو پہلے آجائے کم کر کے دوبارہ 40 گھنٹے
کر دیئے جائیں۔

درactual ہم سب تو نہیں لیکن ملک میں تقریباً 56 ہزار لکھ پتی ہیں اور یہ ڈاکو ملک
کے اندر سے لٹکے ہیں، انہوں نے مال بنایا ہے کیونکہ ابتداء کرنے کے لیے ان کے پاس
اچھی خاصی رقم تھی، وہ رقم انہوں نے کمپنیوں میں لگائی۔ یہ کمپنیاں مزدوروں کو بیرونی زگار
کر کے بچوں سے محنت لے کر اور دوسرے ملکوں کے ناداروں کی مشقت کی بدولت اور اپنے
ٹیکسٹوں میں بھاری تخفیف کے ذریعے دولت مند ہو گئیں۔ ان کے لیے محض لاچ کافی نہ
تھی۔ یہ تو لازمی تھی۔ درactual وہ لاچ کا موسم تیار کرنے میں ہوشیار تھے یہاں تک خود لفظ
لاچ بھی متروک ہو گیا۔ اب اس کا نام ”کامیابی“ ہے۔ وہ مقررہ وقته سے آتی ہے۔ اس
پر فوری کوئی غلط اور فاش غلطی نہیں ہوئی یہاں تک کہ وہ ہماری زندگی کا اس حد تک حصہ بن
گئی کہ جب یہ کردار حریص ہو گیا اور ایکشن میں آگیا تو وہ جیت نہ سکا اور ہم پیچھے کھڑے
ہو گئے اور کامیابی اس کے حوالے کر دی۔ وہ لاچ میں نہیں آگیا تھا بس ذرا چالاک بن گیا تھا
جس طرح بڑی زراعتی کمپنی کی پرفریب اسکیمیں ہوتی ہیں کہ آپ جو دلیہ کھاتے ہیں اس

کے گندم کی چینیاً ساخت کو تبدیل کر دیں، یہ کوئی مجنونانہ، حرص پر منی حرکت نہیں ہوتی بلکہ اسے ترقی کہتے ہیں۔ جس طرح آپ کا ہمسایہ وہ بڑی سے بڑی گاڑی حاصل کرنا چاہتا ہے جواب تک بنی ہو، اسے لائچ نہیں کہتے۔ وہ گاڑی میں زیادہ سبقت چاہتا ہے۔

یہ گھامڑ گورا جرثومہ اتنا قوی ہے کہ اس کا چھوٹ کولن پاؤں، سیکڑی داخلہ گیل نوٹن اور قومی سلامتی کے مشیر کوئئہ دلیز رائسن جیسے گھوڑوں کو بھی لگ گیا ہے اور اس نے گہرا خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے۔ بڑے پیمانے پر قومی خوف کہیں بھی تم جاؤ، یہ خوف تمہیں محسوس ہوگا، یہ ہمارے وجود میں اتنی گہرائی تک پیوست ہو گیا ہے کہ ہم غالباً اس سے کبھی شفایاً ب نہ ہو سکیں گے۔

جی ہاں! ہم شدت سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس ساعت کو بھول جائیں جب اس مکروہ تہذیبی تبدیلی نے عام لوگوں پر اثر ڈالا اور شرکی قوتون نے غلبہ پالیا۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے اور تم بھی جانتے ہو کہ وہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ ہم جیسا احقیقی بھی جانتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ یہ وہی مسرور قہ ایکشن ہے۔ مسرور قہ چھن جانے والا، اخواشہ اور امریکی عوام کے ہاتھوں سے اور دلوں سے نوچ کر لیا جانے والا، اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے زیادہ ووٹ کس نے لیے اور اب تو اس پر بھی سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ فلوریڈا میں کیا چالبازی ہوئی تھیں جس نے اسے جیتا یہ وہ شخص نہیں جس کے ساتھ ہم آج سہ پہر فٹ بال جنوبی لان میں کھیلیں گے۔

جی ہاں ہم سب اپنے آپ کو یہ نہیں بتا رہے ہیں کہ واقعی کتنی بڑی بات ہوئی۔ اب اس پر قابو پالو، ہمیں یہ مشورہ دیا گیا تھا لیکن ان 36 دنوں کے اندر رونما ہونے والے واقعات نے ہمیں اسے بری طرح جھنجور دیا کہ ہمارے اندر کا سارا غور نکل گیا۔ ہم ادھر ادھر ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور تکلیف سے ہمارے چہرے نیلے پڑ گئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ ہمیں کبھی نجات بھی ملے گی۔ کیا میری ملازمت آئندہ سال باقی رہے گی؟ ریٹائرمنٹ کے بعد میرے فڈ کا کیا ہوگا؟ کیا غذائی میں برف کے ٹکڑے بھی شمار کیے جائیں گے۔

تم اسے شمار نہیں کرتے۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ وہ ساری باتیں جن پر تمہیں عمل کرنے کے لیے کہا گیا ہے، یعنی ووٹ دو، قانون کی پابندی کرو۔ اپنی شراب کو مختدار کھنے والی بیتلوں کو دوبارہ استعمال کرو۔ یہ باتیں بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ تم چاہو تو اپنی کھڑکی پر پردے تان لو اور فون کو بند کر دو۔ کیونکہ تم اور تمہارے دیگر امریکی بھائی لاپتھی

بے مصرف قرار دے دیئے گئے ہیں۔ میں افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بطور شہری آپ کی خدمات کی ضرورت نہیں رہی۔

چنانچہ اب انتشار کی خبر سال روایا ہے اور قوم کی ماہی کی صورت میں تمہارے قوموں کے نیچے جبنش کرنے لگی ہے۔ لوگوں کا گلہ شکوہ کم نہیں ہو رہا ہے بلکہ ہر دن کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے، ایکشن کے آٹھ ماہ بعد ٹھیک 2001ء میں فاکس نیوز نے اپنے پول کے نتیجے میں یہ اعلان کیا کہ امریکہ 60 فیصد رائے عامہ اب تک یہ نہیں کہہ سکی کہ بُش نے وائٹ ہاؤس پر کیسے قبضہ جمالیا ہے۔ یعنی وہ لوگ اب تک خفا ہیں۔ ہمارے لیڈر کے خلاف اس جارحانہ عناد کو پلتے ہوئے خاصہ زمانہ ہو گیا ہے، یعنی ایک موڑ ہے جو ایک ہی جست میں بے قابو ہو جانے کو ہے۔ اس میں کسی نقیض شکریا اور اوپر کی ترغیب ضروری نہیں ہوگی۔ یہ وہ موڑ ہے جو تاریخ کا رخ بدلتا ہے۔ سیاسی میدان کے مختلف الیخال لاکھوں امریکی اپنے آپ کو متزلزل، بے یقین اور الگ تھلگ محسوس کرنے لگے ہیں۔ باقی جورہ گئے، وہ جیل میں ہیں۔

ملک کے قلب میں عام خیال یہ پایا جاتا ہے کہ ملک کا جہاز دھوئیں پر چل رہا ہے اور کوئی شخص اسے چلانے کے لیے وہیل پر موجود نہیں کیونکہ جو ڈرائیور اس کام پر مقرر ہے اسے کسی نے مقرر نہیں کیا۔ خود ساختہ ڈرائیور ہے اور نئے میں دھست ہے۔

ری پبلکن پارٹی میں کثر قدم کے ارکان بدواہی کی حالت میں یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ڈک چینی ابھی مزید نصف درجن ہارٹ ایک جھیل جائے گا اور اس وقت تک زندہ رہے گا کہ وچیٹ (Wichih) کے مغرب میں جو کچھ بھی ہے، اس کی بے حرمتی اور لوث مار کو اپنی گمراہی میں ہوتا ہوا دیکھے۔ جو بات وہ لوگ نہیں سمجھتے یہ ہے کہ اس شخص نے ملک کو پہلے ہی بندش قلب میں بٹلا کر رکھا ہے۔ اس دوران میں وہ اور اس کے ٹولے کے افراد ہری تیز رفتاری کے ساتھ مصروف ہیں کہ ماحول کو، آئین کو اور تلاشی کی شہادتوں کو، جس قدر غارت کر سکتے ہوں کر لیں۔

ایک بات جس کا مجھے کامل یقین ہے، یہ ہے کہ مرض کی تشخیص اور ترجیحی بنیاد پر اس کے علاج کا وقت قریب آرہا ہے۔ انتظامیہ کو سہارا دینے کے لیے امریکی عوام نے جو اعانتی طریقہ وضع کیا ہے، اب وہ رعایت واپس لے لیں گے اور اتنی تیزی سے کہ تم بھی ”جیک نے کیور کیاں پر تھوکا“ کے الفاظ منہ سے ادا نہ کر سکو گے۔